## تحقیق وتنقید

# جاہلی تہذیب۔ ایک مطالعہ

محمد مسعود عالم القاسمی

اہل عرب عاد بن عوص بن سام بن نوح کی نسل سے ہیں[1]۔ اس نسل سے مختلف قومیں وجود میں آئیں اور مختلف ادوار میں اللہ کی نافرمانی اور سرکشی میں مبتلا ہوتی رہیں۔ نتیجہ میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتی رہیں عاد اور ثمود، سبا اور معین کی قومیں عرب ہی میں آباد تھیں جن کو عام بائدہ کہا جاتا ہے۔ ظہور اسلام کے وقت بنی اسماعیل اور بنی قحطان جن کو عدنانی قبائل بھی کہا جاتا ہے عرب کے اصل باشندے تھے، ان کو عرب عاربہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ قبیلہ[2] ان کی سماجی زندگی کی وہ اکائی تھا جس پر ان کا پورا خاندانی' معاشرتی اور سیاسی نظام قائم تھا۔ جغرافیائی اور موسمی عوامل کی وجہ سے ان میں مدنیت و شہریت کے کچھ زیادہ اثرات نہ تھے، مدینہ اور طائف کی زندگی کسی قدر زراعتی تھی جبکہ مکہ کی زندگی بیشتر گلہ بانی پر مشتمل تھی۔ حجاز عرب کے سارے علاقوں میں خانہ بدوشی اور گلہ بانی کے آثار قائم تھے، اس لیے بعض حضرات نے ان کی تہذیب کو خانہ بدوشوں اور گلہ بانوں کی تہذیب سے یاد کیا ہے اور غالبا اسی بنا پر بعض دانشوروں کا خیال ہے کہ عربوں کی اپنی کوئی تہذیب نہ تھی مگر یہ خیال درست نہیں کیونکہ تہذیب و تمدن دو الگ چیزیں ہیں اور عرب اگرچہ تمدن میں اپنا کوئی نمایاں مقام نہ رکھتے تھے مگر ایک قدیم تہذیبی ورثہ کے حامل ضرور تھے۔

عربوں کا آبائی مذہب "دین ابراہیم" تھا' عرصہ دراز تک وہ اسی دین کے پیروکار رہے اور یہی دین ان کی تہذیبی سرگرمیوں کی بنیاد تھا' اسی کے مطابق وہ زندگی گذارتے اور سنوارتے رہے اگرچہ وہاں دوسرے چھوٹے چھوٹے مذاہب بھی تھے، مثلاً مجوسی، صابئی، یہودی اور عیسائی مذاہب وغیرہ۔ عرب ایک سیدھی اور سادہ تکلفات اور تصنعات سے مبرا زندگی گذارنے کے عادی تھے، ان کے اخلاق' معاشرت، عقائد اور آداب و اطوار پر دین ابراہیمی کی گہری چھاپ تھی' اور یہ ان کا قابل فخر سرمایہ تھا۔

ایک عرصہ بعد عمر بن لحی نام کا ایک شخص پیدا ہوا جس نے ان کے اندر بت پرستی کو رواج دیا: ابن ہشام کا بیان ہے کہ ایک بار وہ اپنی ضرورت سے شام کے کسی شہر میں گیا۔ وہاں کے لوگوں کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھا تو ان سے ان بتوں کے بارے میں دریافت کیا جب اسے ان بتوں کے

فوائد اور برکات بتائے گئے، تو اس نے ایک بت مانگ لیا۔ وہ اسے لے کر مکہ آیا اور خانہ کعبہ میں نصب کر دیا اور لوگوں کو اس کی تعظیم اور عبادت کا حکم دیا۔ یہ بت ہبل کے نام سے موسوم تھا۔ چونکہ عمرو بن لحی قبیلہ جرہم کو مکہ سے نکال کر خانہ کعبہ کا خود ہی متولی بن بیٹھا تھا اور کعبہ عرب کا مرکز تھا، اس لیے تمام عرب قبائل میں بت پرستی رائج ہو گئی۔[۳] بروایت عبداللہ ابن مسعودؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

| | |
|---|---|
| ان اول من سیب السوائب وعبد | جس نے سب سے پہلے سائبہ بنانے اور اصنام |
| الاصنام ابوخزاعۃ عمرو بن عامر وانی | کی پرستش کرنے کی بنا ڈالی وہ ابوخزاعہ |
| رایتہ یجر امعاءہ فی النار[۴] | عمرو بن عامر تھا، میں نے اسے جہنم میں |
| | اپنی آنتیں گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے۔ |

ابوخزاعۃ عمرو بن لحی کا نام ہے جس کی طرف قبیلہ بنو خزاعہ منسوب ہے۔

ابن اسحاق نے عربوں میں بت پرستی کے رواج کی ایک دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ مکہ کے لوگ تنگدستی کے زمانہ میں معاشی ضروریات کی تکمیل کی خاطر جب مکہ سے باہر جاتے تو تعظیم و تکریم کی خاطر حرم سے کوئی پتھر اٹھا کر ساتھ لے جاتے اور جہاں قیام کرتے وہاں پہلے اس پتھر کو رکھتے اور خانہ کعبہ کی طرح اس کا طواف کرتے یہاں تک کہ ایک وقت یہ آیا کہ جو پتھر ان کو اچھا لگتا وہ اس کی پوجا کرنے لگتے اور اس طرح بت پرستی عربوں میں رائج ہو گئی۔[۵]

ابی رجا العطاردی سے مروی ہے:

| | |
|---|---|
| قال کنا فی الجاھلیۃ اذا لم نجد حجرا | ہم زمانہ جاہلیت میں جب کوئی پتھر نہ پاتے |
| جمعنا حثیۃ من تراب وجئنا | تو مٹی جمع کر کے تودہ بناتے اور بکری لا کر اس کا |
| بالشاۃ فحلبنا ھا علیہ ثم طفنا بہا[۶] | دودھ، پھر اس کا طواف کرتے۔ |

بہرصورت بت پرستی نے یہاں تک رواج پالیا کہ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھ دیئے گئے۔[۷] اور ہر قبیلہ نے اپنا الگ الگ نمائندہ بت بنا لیا، بنی کلب کا دیوتا ودّ تھا، بنی ھذیل کا سواع، بنی ملکان کا سعد، بنی انعم اور اہل جرش کا یغوث، بنی خیوان کا یعوق، ذوالکلاع کا نسر اور قریش کا ھبل وغیرہ۔[۸]

ہشام کلبی نے کتاب الاصنام میں تیس بتوں کے نام درج کیے ہیں۔ علامہ زکی پاشا نے کتاب الاصنام کے تکملہ میں چھیالیس ناموں کا اضافہ کیا ہے، جواد علی نے تاریخ العرب میں اور مولانا سید سلیمان ندوی نے تاریخ ارض القرآن میں تفصیل سے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔[۹]

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ہر شخص اپنے مکان میں ایک پتھر رکھتا اور اس کی پرستش کرتا جب

کسی کو سفر درپیش ہوتا تو سفر کرتے وقت پتھر کو مسح کرتا پھر جب سفر سے واپس آتا تو بال بچوں سے ملنے سے پہلے اس پتھر کو مسح کرتا۔[۱۵]

خانہ کعبہ کے علاوہ کچھ اور صنم خانے (طواغیت) تھے جو عزت واحترام اور عقیدت کی نظر سے دیکھے جاتے ان میں پوجا اور قربانی ہوتی تھی، ان کا طواف کیا جاتا اور وہاں ہدیہ اور چڑھاوا بھیجا جاتا ان کے جاور و محافظ بھی مقرر تھے اگرچہ ان معابد کی قدر و منزلت خانہ کعبہ کے مقابلہ میں کمتر تھی، ان میں حسب ذیل معابد مشہور تھے۔

لات، طائف میں بنی ثقیف کا بت خانہ تھا۔
عزی، بنی کنانہ اور قریش کا بت خانہ تھا۔
مناۃ، اوس اور خزرج کا بت خانہ تھا۔
ذوخلصہ، دوس اور خثعم کا بت خانہ تھا۔
قلص، قبیلہ طے کا بت خانہ تھا۔
رضا، بنی ربیعہ کا بت خانہ تھا۔
ذوالکعبات بکر و تغلب کا بت خانہ تھا۔[۱۶]

اس بت پرستی کے ساتھ عربوں میں ایک خدائے عظیم کا تصور موجود تھا جو دین ابراہیمی کا ورثہ تھا ظہور اسلام کے وقت بھی وہ اللہ کو خالق و مالک اور رب الارباب کی حیثیت سے تسلیم کرتے تھے چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (العنکبوت:۶۱)

اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کر رکھا ہے تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔

مگر عربوں کے تصور کے مطابق اس خدا کی اولاد بھی تھی چنانچہ فرشتوں کو وہ خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے (النحل ۵۷) اور اس خدا نے اپنے اختیارات چھوٹے دیوتاؤں کو سونپ دیے تھے اور خود عضو معطل کی طرح انسان کی فکری اور عملی زندگی سے لاتعلق ہو گیا تھا۔ ان دیوتاؤں کے متعلق وہ کہتے تھے کہ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفَىٰ (الزمر ۳) گویا اللہ کے تقرب کی خاطر وہ چھوٹے دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ حیات بعد الموت اور جزا و سزا کے تصور کو وہ ایک ناممکن سی بات سمجھتے تھے اور کہتے تھے مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ (یٰس: ۷۸) بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکے گا نیز وہ دنیا کی

زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے، ان کا عقیدہ تھا وَمَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ (الجاثیہ۔ ۲۴) زندگی بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے یہیں ہمارا مرنا اور جینا ہے اور گردش ایام کے سوا کوئی چیز ہمیں ہلاک نہیں کر سکتی۔

خدائے واحد کا تصور چند حنفاء کے علاوہ عربوں میں محض عقیدہ اور خیال کی حد تک باقی رہ گیا تھا، جبکہ ان کی عملی زندگی میں بتوں کو زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ یہی بت پرستی عربوں کی سماجی، اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام معاملات میں منعکس ہوتی تھی اور یہی مشرکانہ نظام تھا جو ان کی قومی زندگی کے تہذیبی تشخص کا ذریعہ بن گیا تھا۔

معاشی زندگی میں مشرکانہ نظام کا مظاہرہ اس طرح ہوتا تھا کہ وہ اپنی پیداوار میں خواہ یہ زمینی پیداوار ہو یا مویشی پیداوار خدا کے ساتھ بتوں کے بھی حصے لگاتے اور اس بات کی سختی سے پابندی کرتے کہ بتوں کا کوئی خدا کے حصہ میں نہ چلا جائے۔ قرآن کہتا ہے: وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا ۖ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ (انعام۔ ۱۳۶) اور یہ لوگ خدا ہی کی پیدا کی ہوئی چیزوں یعنی کھیتی اور چوپاؤں میں خدا کا بھی ایک حصہ مقرر کرتے ہیں اور اپنے خیال میں یہ کہتے ہیں کہ یہ حصہ تو خدا کا ہے اور یہ ہمارے بتوں کا، تو جو حصہ ان کے بتوں کا ہوتا ہے وہ تو خدا کی طرف نہیں جا سکتا اور جو حصہ خدا کا ہوتا ہے وہ ان کے شریکوں کی طرف جا سکتا ہے یہ کیسا برا انصاف ہے۔

اسی بت پرستی کا نتیجہ تھا کہ عربوں نے بہت سی پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا جبکہ بہت سی حرام چیزوں کو جائز قرار دے لیا تھا۔ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ (انعام۔ ۱۴۰) مردار، خون اور سور کا گوشت انہوں نے اپنے لیے جائز کر لیا تھا اور بعض پاکیزہ جانوروں کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ قرآن کریم نے سورۃ الانعام میں تفصیل سے ان کے مشرکانہ معاشی مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ قرآن کریم ان سے ایک سوال کرتا ہے "یہ مویشی آٹھ نر و مادہ ہیں دو بھیڑ کی قسم سے اور دو بکری کی قسم سے اے محمدؐ ان سے پوچھو کہ اللہ نے ان کے نر حرام کیے ہیں یا مادہ یا وہ بچے جو بھیڑوں اور بکریوں کے پیٹ میں ہوں ٹھیک ٹھیک علم کے ساتھ مجھے بتاؤ اگر تم سچے ہو اور اسی طرح دو اونٹ کی قسم سے ہیں اور دو گائے کی قسم سے پوچھو ان کے نر اللہ نے حرام کیے ہیں یا مادہ یا وہ بچے جو اونٹنی اور گائے کے پیٹ میں ہوں، کیا تم اس وقت حاضر تھے جب اللہ نے ان کے حرام ہونے کا تم کو حکم

دیا تھا؟ (انعام ۔ ۱۴۳ ۔ ۱۴۲)

ان کی سماجی اور معاشرتی زندگی پر بت پرستی کا جو اثر تھا اس کے بھی بہت سے مظاہر ہیں۔ مثلاً آپسی معاملات میں بتوں کا حوالہ دینا ۔ نزاع و مخاصمت کی صورت میں بتوں کے نام کی قسمیں کھانا ، معاہدے اور تعلقات میں بتوں کو بنیاد بنانا عربوں کے عقیدہ کے مطابق ہر قبیلہ کا بت جنگ و جدال کے وقت اپنے قبیلہ کی مدافعت کرتا تھا اور قبیلہ کے ابناء و اولاد بت کی اولاد ہوتے تھے اسی لیے قبیلہ کا دشمن بت کا دشمن سمجھا جاتا تھا اور بت کا دشمن قبیلہ کا دشمن تصور ہوتا تھا۔[۱۱] اس کے علاوہ بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنا اور ان پر سواری نہ کرنا ان کے اون، دودھ اور گوشت سے استفادہ نہ کرنا اور ان کی خرید و فروخت نہ کرنا وغیرہ بھی عام تھا۔ اس طرح کے جانوروں کو الگ ناموں سے یاد کیا جاتا مثلاً بحیرۃ، سائبۃ، وصیلۃ، حام۔ بحیرہ وہ اونٹنی ہوتی جو پانچ مرتبہ بچے جن چکی ہو اور آخری بار اس کو نر بچہ پیدا ہو ، اس اونٹنی کا کان چیر کر آزاد چھوڑ دیا جاتا' اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا تھا۔ سائبۃ وہ اونٹ ہوتا جو کسی منت کے پورا ہونے پر چھوڑ دیا گیا ہو یا وہ اونٹنی جو دس مرتبہ مادہ بچہ جن چکی ہو۔ وصیلۃ جب بکری کو نر اور مادہ دونوں بچے پیدا ہوتے تو نر کو بت کے نام پر چھوڑا جاتا۔ حام اگر کسی اونٹ کے نطفہ سے دس اونٹنی بچے جن چکی ہوتی تو اونٹ کو آزاد کر دیا جاتا[۱۲] قرآن کہتا ہے :

| | |
|---|---|
| مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ | اللہ نے نہ کوئی بحیرہ مقرر کیا ہے نہ سائبہ اور |
| وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ | نہ وصیلہ اور نہ حام مگر یہ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت |
| كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ | لگاتے ہیں اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ |
| وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (المائدہ ۔ ۱۰۳) | |

بت پرستی نے عربوں کو توہمات، خرافات، کہانت اور مہلک رسوم و عادات کا اسیر بنا دیا تھا جن سے ان کی زندگی جکڑ بندیوں میں مبتلا ہو گئی تھی۔ عرب بتوں کے نام کا فال نکالتے، کسی اہم کام یا سفر کا آغاز اس وقت تک نہ کرتے جب تک ان کو بتوں کی طرف سے فال کے ذریعہ اجازت نہ مل جاتی۔ اسے "ازلام" کہا جاتا۔ خشک سالی اور قحط کے زمانہ میں وہ بتوں سے فریاد کرتے اور مدد کو بلاتے، بتوں کے نام پر وہ چڑھاوے چڑھاتے اور اناج، پھل اور جانوروں کی قربانی دیتے، یہاں تک کہ اپنی اولاد کو بھی بتوں کے نام بھینٹ چڑھا دیتے۔ بعض لوگ تو فقر و فاقہ کی وجہ سے ایسا کرتے اور بعض لوگ منت مانتے کہ اگر اس کے دس لڑکے ہوئے تو ایک لڑکے کو قربان کر دیں گے چنانچہ عبدالمطلب نے یہی منت مانی تھی۔[۱۳]

اکثر لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ امراض و عوارض ارواح خبیثہ کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں اس لیے وہ امراض کا علاج، جھاڑ پھونک اور گنڈوں کے ذریعہ کرتے تاکہ ارواح خبیثہ نکل جائیں[۵۱]

عربوں میں توہم اور پابندیٔ رسوم کا عالم یہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی کسی آبادی میں داخل ہونا چاہتا اور وہاں کے جن یا وبا سے ڈر پیدا ہوتا تو وہ گاؤں کے سرے پر کھڑا ہو کر گدھے کی آواز لگاتا پھر وہاں خرگوش کی ہڈی لٹکا دیتا اور بلا خوف آبادی میں داخل ہو جاتا[۵۲] جب کوئی انسان غائب ہو جاتا اور اس کا پتہ نہ چلتا تو لوگ پرانے کنویں یا گڑھے کے پاس جاتے اور اس میں تین مرتبہ لاپتہ شخص کا نام لے کر پکارتے اگر وہ کوئی آواز سنتے تو سمجھتے کہ وہ زندہ ہے اور اگر کوئی آواز نہ آتی تو سمجھتے کہ وہ مر چکا ہے[۵۳]

جب کوئی شخص یہ جاننا چاہتا کہ اس کی بیوی نے کسی دوسرے مرد کو اپنی عصمت حوالہ تو نہیں کی، تو وہ کسی درخت کی شاخ سے ایک دھاگا باندھ دیتا اور وقفہ کے بعد اسے دیکھنے جاتا جب دھاگا اپنی جگہ رہتا تو سمجھتے کہ اس نے خیانت نہیں کی ہے اور جب دھاگا نہ ملتا تو سمجھتے کہ اس نے خیانت کی ہے اور اسے "رتم" کہا جاتا[۵۴]

جاہلی رسموں کی سختی کے ساتھ پابندی کی ایک بڑی وجہ آباواجداد اور سرآوردہ لوگوں کی اندھی تقلید بھی تھی اور یہ مجوسی مرزبوم کی پیرپرستی سے کچھ زیادہ ہی جامد اور شدید تھی۔ جن کاموں کی سند بڑوں سے ملتی وہ ان کو ہرگز چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہوتے۔ کفر و شرک کے پیچیدہ اور مہلک نظام کے مقابلہ میں جب اسلام کی سادہ اور سچی تعلیمات ان کو پیش کی گئیں تو یہی آبار پرستی تھی جو ان کے لیے زنجیر پا بن گئی اور اپنے آباواجداد کے طریقہ عمل کی خلاف ورزی پر وہ آمادہ نہ ہوئے' اس رجحان میں قبائلی نظام زندگی کا بڑا دخل تھا۔ آباواجداد کی اندھی تقلید کی وجہ سے انہوں نے دین ابراہیم کے بہت سے شعائر اور مناسک کو مسخ کر ڈالا تھا' مثال کے طور پر عربوں میں چار مہینے ایسے تھے جو قابل احترام سمجھے جاتے تھے' ان مہینوں میں وہ جنگ و جدال نہیں کرتے تھے' ذی قعدہ' ذی الحجہ' محرم اور رجب۔ مگر ظہور اسلام کے وقت وہ اس میں اس طرح ترمیم کرتے کہ جس ماہ کو چاہتے اس کی حرمت ختم کر دیتے اور اس کی جگہ دوسرے غیر محترم ماہ کو مقرر کر دیتے' یا سال میں ایک ماہ کا اضافہ کر دیتے اور بارہ کی جگہ تیرہ ماہ کا سال بنا دیتے۔ اس طرح وہ اپنی مرضی اور مفاد کے مطابق ماہ و سال کی الٹ پھیر کر دیتے۔ اسے "نسی" کہا جاتا۔ قرآن کہتا ہے:

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ — امن کے کسی مہینہ کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا

| | |
|---|---|
| یُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ (التوبہ — ۳۷) | کفر میں اضافہ کرتا ہے۔ اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں۔ ایک سال تو اس کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام تاکہ ادب کے مہینوں کی جو خدا نے مقرر کیے ہیں گنتی پوری کرلیں اور جو خدا نے منع کیا ہے اسے جائز کرلیں۔ ان کے برے اعمال ان کو بھلے دکھائی دیتے ہیں |

اس بدعت کی ابتدا حذیفہ بن مقیم بن عدی قلمس نے کی اور اہل عرب نے اس کی پیروی کی۔ حج سے فارغ ہو کر لوگ اس کے پاس جمع ہوتے اور وہ حرمت کے مہینوں میں جس کو چاہتا تھا حلال اور حلت کے جس ماہ کو چاہتا حرام قرار دیتا۔ حذیفہ کے بعد اس کا بیٹا پھر پوتا اسی طرح نسلاً بعد نسل اس کام کو انجام دیتے، ظہور اسلام کے وقت ابو ثمامہ جنادہ بن عوف اس منصب پر فائز تھا

لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم بھی اسی طرح رائج ہوئی تھی، قیس بن عاصم کی لڑکی دوسری عورتوں کے ساتھ جب حیرہ کے بادشاہ کے حملہ میں گرفتار ہوئی تو اس کے قبیلہ کے لوگوں نے بادشاہ سے ان کو چھوڑنے کی درخواست کی، بادشاہ نے عورتوں کو یہ اختیار دیا کہ جو چاہے اپنے اہل خانہ کے ساتھ چلی جائے، اس موقع پر قیس بن عاصم کی لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ جانے پر راضی نہ ہوئی اور اسی کے ساتھ رہنے پر راضی ہوگئی جس نے اسے قیدی بنایا تھا۔ اس سے ناراض ہو کر قیس بن عاصم نے منت مانی کہ اب وہ ساری لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردے گا۔ اس طرح یہ رسم قبیح رائج ہوگئی۔[۱۰]

ایک اور بدعت اہل قریش نے ایجاد کرلی تھی وہ "حمس" سے موسوم تھی، اس کا مطلب یہ تھا کہ قریش ابراہیم کی اولاد، اہل حرم، خانہ کعبہ کے متولی اور مکہ کے ساکن ہیں۔ عربوں کے مقابلہ میں وہ ممتاز حقوق اور حیثیت کے حامل ہیں۔ اس بڑے پن کے اظہار کے لیے وہ مناسک حج میں تخفیف کردیتے وقوف عرفہ اور افاضہ کو چھوڑ دیتے جبکہ عام عرب کے لیے اسے لازم قرار دیتے اور کہتے ہم "حمس" ہیں قریش کے ساتھ اس خودساختہ مذہبی و سماجی امتیاز میں کچھ اور قبائل بھی شامل ہوگئے تھے۔ اس کے لیے کچھ ذیلی رسمیں بھی انھوں نے پیدا کرلی تھیں[۱۱]

عربوں میں جہالت و سفاکی بھی بہت زیادہ تھی، اس کی وجہ ان کی بدویت بھی تھی۔ جنوبی عرب،

یمن اور حضر موت وغیرہ کے علاقے اگرچہ متمدن اور ترقی یافتہ تھے مگر حجاز عرب اور اس کی آبادی پر جو قبائل پر مشتمل تھی ان کے کچھ اثرات نہ تھے اس بدویت نے ان کے اندر جہالت، وحشت، سختی، کھردرا پن، نخوت، تفاخر، عصبیت، بے رحمی، کینہ انتقام اور لوٹ مار جیسی بہت سی برائیاں پیدا کر دی تھیں، بت پرستی کا اثر اس پر مستزاد تھا۔ ان کی جہالت کا یہ عالم تھا کہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

الا لا یجہلن احد علینا　　　فنجہل فوق جہل الجاہلینا

خبردار کوئی ہم سے جہالت نہ برتے ورنہ ہم تمام جاہلوں سے بڑھ کر جہالت کا مظاہرہ کریں گے۔ ان کی وحشت کا حال یہ تھا کہ وہ کیڑے مکوڑے، چھپکلی، حشرات الارض، مردار، جما ہوا خون سب کچھ کھا جاتے تھے[۳۶]۔ وہ زندہ اونٹ اور دنبہ کے کوہان اور چکیاں کاٹ کر کباب لگاتے اور شوق سے کھاتے تھے، لڑائیوں میں عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتے اور عورتیں ان کے ہار بنا کر پہنتیں، منت مانتے کہ دشمن کو قتل کریں گے تو اس کی کھوپڑی میں شراب پئیں گے[۳۷]۔

لوٹ مار اور ڈاکہ زنی ان کی قبائلی زندگی میں ہرگز معیوب نہ تھی، شاید معاشی ضرورت بھی تھی، اور اسے بہادری کا کام سمجھا جاتا تھا۔ ایک عرب شاعر فخریہ کہتا ہے ؎

واحیانا علی بکر اخینا　　　اذا ما لم نجد الا اخانا

اور کبھی کبھی ہم اپنے بھائی قبیلہ بکر پر حملہ کر دیتے ہیں جب ہم اپنے بھائی کے علاوہ کسی اور کو نہیں پاتے۔ ان کی سفاکی یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اس سفاکی کا تذکرہ جب کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ رو پڑے۔ اللہ تعالیٰ غضب ناک لہجہ میں کہتا ہے ؎

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝ (التکویر ۸-۹)

جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنا دی گئی ہو پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے سبب قتل کی گئی؟

جو عورتیں زیادہ لڑکیاں جنتیں ان کے شوہر انہیں علیحدہ کر دیتے[۳۸]۔

عربوں کی سب سے بڑی کمزوری ان میں شرم و حیا اور اخلاقی حس کا فقدان تھا، نہ انفرادی زندگی میں اخلاقی ضابطوں کے پابند تھے اور نہ اجتماعی زندگی میں اخلاقیات کی ان کے یہاں اہمیت تھی۔ پاخانہ، پیشاب اور غسل کرتے وقت پردہ نہیں کرتے، کھلے میدان میں برہنہ ہو کر نہاتے[۳۹]، بے تکلف جامہ عصمت اتار لیتے، دوسروں کی عزت و ناموس پر اسی طرح حملہ کرتے جس طرح شب خون مارتے، باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اپنی سوتیلی ماؤں کا شوہر بن جاتا، ان کے ادب میں فحاشی اور عریانیت بھری ہوئی تھی،

امرؤالقیس کا قصیدہ لامیہ بہت مشہور اور زبان زد تھا جس میں اس نے اجنبی اور رشتہ دار عورتوں کے ساتھ بدکاریوں کی فخر و مزہ کے ساتھ تفصیل منظوم کی ہے۔ بدکاری و بے حیائی کا عام ماحول تھا یہاں تک کہ ان کے نسب بھی محفوظ نہیں رہ گئے تھے۔ بعض موقع پر اہل ثروت اپنی لونڈیوں کو بدکاری کے ذریعہ پیسہ کمانے پر مجبور کرتے (النور-۳۳) بعض لوگ اپنی عورتوں کو خاص لوگوں کے پاس بھیجتے تاکہ وہ اس کا نطفہ لے کر آئے اور یہ سمجھتے کہ بچہ میں نطفہ دینے والے کی خصوصیات پیدا ہوں گی، چند آدمی کسی عورت کے پاس جاتے اور سب اس سے مباشرت کرتے جب وہ بچہ جنتی تو سارے بدکاروں کو بلاتی اور کسی ایک سے کہتی کہ یہ بچہ تمہارا ہے اور اسے تسلیم کرنا پڑتا۔ فاحشہ عورتیں سربازار جھنڈیاں لگاکر بیٹھتیں، یہ "صاحبات الریات" کہلاتیں۔ جب یہ بچہ جنتیں تو قیافہ شناس کو بلاتیں، وہ بچہ کی شکل دیکھ کر کہتا کہ یہ فلاں شخص کا نطفہ ہے اور عورت اسے بلاکر کہتی کہ یہ تمہارا بچہ ہے[۲۶]

یہ عریانیت اور بے حیائی ان کی عبادت میں بھی سرایت کر چکی تھی چنانچہ خانہ کعبہ کا طواف وہ برہنہ ہو کر کرتے، مرد و عورت دونوں لباس اتار دیتے البتہ عورت پر ایک کھلی ہوئی چادر ہوتی، ایک عرب عورت نے حالت طواف میں یہ شعر کہا ؎

الیوم یبدو بعضہ او کلہ      وما بدا منہ فلا احلہ

آج اس کا پورا جسم کھل جائے یا اس کا کچھ حصہ کھلے اور جو حصہ کھل جائے اس سے لذت اندوزی کی وہ اجازت نہیں دیتی[۲۷]

اس طرح کی برائیوں پر عرب ہرگز شرمندہ نہ تھے، بلکہ ان کو پسندیدہ اور قومی روایت کا حصہ قرار دیتے تھے۔ برائی اور بے حیائی کے کام کے لیے مذہب اور روایت دونوں طرح کی سند پیش کرتے تھے۔ قرآن کہتا ہے:

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْھَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰہُ اَمَرَنَا بِھَا قُلْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (الاعراف-۲۸)

اور وہ جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور خدا نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے کہدو کہ خدا بے حیائی کے کام کرنے کا حکم ہرگز نہیں دیتا۔

شراب اور جوا عربوں میں اخلاقی عیوب میں ہرگز شمار نہیں کیے جاتے تھے بلکہ وہ بھی قومی تہذیب کا حصہ تھے، شراب اور جوا کے ساتھ فیاضی، مہمان نوازی، غربا پروری کی کچھ قبائلی روایات وابستہ

ہو گئی تھیں اس لیے یہ دونوں چیزیں عربوں کے تہذیبی تشخص کی علامت بن گئی تھیں چنانچہ ایک جاہلی شاعر اپنے شعر میں اس روایت کا فخریہ اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

نعالی بھا اکفاءنا ونھینہا ونشرب فی اثمانھا ونقامر

ہم اونٹ کا دودھ اور گوشت اپنے ہمسروں کو تحفہ میں دیتے ہیں اور ان کو مہمانی میں صرف کرتے ہیں اور ان کی قیمت سے ہم شراب پیتے اور جوا کھیلتے ہیں۔

اونٹ چونکہ عربوں کا قیمتی سرمایہ ہوتا تھا، وہ اس پر سواری کرتے، اس کا دودھ پیتے، اس کا گوشت کھاتے، باربرداری کرتے اور دوسرے منافع حاصل کرتے، اس لیے شراب اور جوا کی ہر مجلس سے اونٹوں کی قسمت وابستہ ہوجاتی۔ جوا کھیلنے کے لیے وہ اونٹوں کو ذبح کرتے اور ان کے گوشت کو دس حصوں میں تقسیم کر دیتے اور ان پر پانسے ڈالتے۔ پانسے دس تیروں کے ذریعہ جو شرکا کے نام پر ہوتے کسی منصف کے ہاتھ سے نکالے جاتے اور ہر تیر کے حصے مقرر ہوتے۔ جس شریک کے نام کے تیر پر حصہ مقرر ہوتے وہ جیت جاتا اور جس کا تیر خالی ہوتا وہ ہار جاتا۔ اس طرح گوشت کے جمع شدہ پارچوں کو دوستوں اور غریبوں میں تقسیم کردیا جاتا چونکہ یہ فیاضی کے اظہار کا ایک طریقہ تھا اس لیے قمار بازی کی مجلسوں میں شرکت نہ کرنا قومی عار سمجھا جاتا تھا اور اس طرح کے لوگ نہایت بخیل شمار کیے جاتے تھے۔ ایسے لوگوں کو ازراہ حقارت "برم" کہا جاتا تھا جن سے رشتے ناطے کرنا باعث ننگ و عار تھا[۲۸] ایک جاہلی شاعر اپنی بیوی کو وصیت کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

واذا هلكت فلا تريدى عاجزا غساولابرما ولا معزالا

جب میں ہلاک ہوجاؤں تو عاجز، کمزور اور قمار بازی میں شریک نہ ہونے والے اور سفر میں قوم سے علیحدہ رہنے والے سے نکاح نہ کرنا۔

قمار بازی کا اثر عربوں کی سماجی زندگی پر بہت برا تھا، وہ قمار بازی میں مال و دولت ہارنے کے بعد بیوی بچوں کو بھی داؤ پر لگا دیتے تھے اور قمار بازی کے نتیجہ میں خونریز تصادم بھی رونما ہوتا تھا جو کبھی کبھی برسوں جاری رہتا تھا[۲۹]

قمار بازی کے ساتھ شراب نوشی کی لت بھی عربوں کو لگی ہوئی تھی، ان کی شراب نوشی کا یہ عالم تھا کہ بقول مولانا سید سلیمان ندوی "ہر گھر ایک میکدہ بن گیا تھا"۔ شراب نوشی کے عالم میں لوگ اپنے ہوش و حواس کھو کر غیر اخلاقی اور غیر انسانی حرکات کا ارتکاب کرتے باہمی نزاع و مخاصمت بھی رونما ہوتی۔ اس کے باوجود وہ شراب کے بغیر اپنی زندگی ادھوری محسوس کرتے۔ شراب کے قبول عام

کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ شراب کے عربی میں ڈھائی سو نام ملتے ہیں۔[۳۰]

شراب کی محفلوں کے ساتھ دو اور قباحتیں وابستہ تھیں، ایک رقص و سرود جس کے لیے مغنیہ بلائی جاتی اور دوسری جوا جس کا تذکرہ کیا گیا، شراب کی محفلوں میں جوا کھیلا جاتا اس میں اونٹوں کی بازی ہوتی جو جیتتا اسی وقت اونٹوں کو ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیتا، کبھی نشہ میں دھت ہو کر خود صاحب خانہ اٹھ کھڑا ہوتا اور اپنے اونٹوں کو کاٹ کاٹ کر ڈھیر لگا دیتا، گوشت کے کباب لگائے جاتے پھر شراب و کباب کا دَور چلتا۔ یہ گوشت احباب اور غریبوں میں تقسیم کیا جاتا۔ شراب نوشی کی مجلسوں سے فاقہ مستوں اور محتاجوں کو بڑا فائدہ پہونچتا۔ اس لیے شراب کی محفلوں کو عزت و تکریم اور استحسان کی نظر سے دیکھا جاتا۔ قرآن میں ہے:

(البقرہ-۲۱۹)

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

وہ لوگ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دو ان دونوں چیزوں کے اندر بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے

اس آیت میں فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ میں جوا اور شراب کی دینی اور اخلاقی گناہ کی طرف اشارہ ہے اور منافع للناس میں فیاضی غربا پروری اور احباب نوازی کی روایت کی طرف اشارہ ہے۔[۳۱]

## حواشی

۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۱/۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ جواد علی، تاریخ العرب قبل الاسلام ۵/۳۲۸-۳۵۷، مطبعۃ المجمع العلمی العراقی ۱۹۵۵ء

۳۔ السیرۃ النبویۃ ۱/۸۹، ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ ۲/۱۴۲، دار الدیان القاہرہ ۱۹۸۸ء

۴۔ مسند احمد ۱/۳۴۶، بخاری کتاب المناقب بروایت ابوہریرہؓ

۵۔ السیرۃ النبویۃ ۱/۹۹، البدایۃ والنہایۃ ۲/۱۴۳

۶۔ ایضاً

۷۔ بخاری کتاب المغازی، باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح۔

۸۔ البدایۃ والنہایۃ ۲/۱۷۷

۹۔ تاریخ العرب قبل الاسلام ۵/۱۵۷-۷۷، سید سلیمان ندوی، تاریخ ارض القرآن ۲/۱۸۱-۱۴۴، دار المصنفین، اعظم گڑھ ۱۳۴۵ھ

۱۰ السیرۃ النبویۃ ۱/۹۳، البدایۃ والنہایۃ ۲/۱۴۸،

۱۱ السیرۃ النبویۃ ۱/۹۵

۱۲ تاریخ العرب قبل الاسلام ۵/۶۶

۱۳ زمخشری، الکشاف ۱/۶۸۵، دارالکتاب العربی بیروت،

۱۴ السیرۃ النبویۃ ۱/۱۴۰، عمر رضا کحالہ العالم الاسلامی ۱/۹ مطبعۃ ہاشمیہ دمشق ۱۹۵۸ء، السیرۃ النبویۃ ۱/۱۰۳

۱۵ تاریخ العرب قبل الاسلام ۵/۲۳۵

۱۶ ایضاً ص ۲۳۲ ۱۷ ایضاً

۱۸ ایضاً ۱۹ السیرۃ النبویۃ ۱/۵۷

۲۰ تاریخ العرب قبل الاسلام ۵/۲۹۹ ۲۱ السیرۃ النبویۃ ۱/۲۲۰

۲۲ شبلی نعمانی سیرت النبی ۱/۲۲۰ مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۸۰ء

۲۳ سید سلیمان ندوی سیرت النبی ۴/۲۹۲ مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۸۰ء

۲۴ تاریخ العرب قبل الاسلام ۵/۳۰۰ ۲۵ ابوداؤد کتاب الطہارۃ

۲۶ بخاری کتاب النکاح ۲۷ السیرۃ النبویۃ ۱/۲۲۰

۲۸ امام رازی تفسیر کبیر ۲/۳۲-۲۳۱ ۲۹ سیرت النبی ۴/۲۸۵

۳۰ ایضاً ۳۱ امین احسن اصلاحی تدبر قرآن ۱/۵۱۲ تاج کمپنی ۱۹۸۹ء

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کی تازہ پیش کش
مولانا سید جلال الدین عمری کی نئی کتاب
اسلام میں خدمتِ خلق کا تصور
خدمت خلق کا صحیح تصور، غلط تصورات کی تردید، خدمت خلق کا اجر وثواب، خدمت کے مستحقین۔ وقتی خدمات، رفاہی خدمات، خدمت کے لیے انفرادی و اجتماعی جدوجہد، موجودہ دور کے تقاضے
مصنف کے جاندار قلم نے ان تمام گوشوں کو نکھار دیا ہے۔
ایک اہم موضوع پر اردو میں پہلی مستند کتاب ہر فرد اور ہر ادارہ کے لیے یکساں مفید، آفسیٹ کی حسین طباعت
خوبصورت سرورق، ضخامت ۱۷۶ صفحات، قیمت صرف ۲۵/- روپئے
ناشر: مکتبہ ادارۂ تحقیق وتصنیف، پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲